OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com

"صفوۃ التفاسیر": بلاغی منہج کا تحقیقی مطالعہ

"*Safwat Al-Tafāseer*": A Study of an Investigative Review of the Rhetorical Style

Dr. Marvah Iqbal
Assistant Professor, Government Associate College (W), Rakh Chabeel Manawan, Lahore

Abstract

Rhetoric refers to the use of language in speech or writing, especially in speech, with both external and internal qualities. This is such a miraculous aspect of the Qur'an, without understanding it, it becomes impossible to reach the real meaning and purpose of the divine word. That is why the commentators of every age have adopted the style of rhetorical explanation of the Qur'anic verses while interpreting the Qur'an. *"Safwat Al-Tafaseer"* is one such rhetorical commentary of the 20th century in which *Allama Muhammad Ali Sabooni* has shed light on the rhetorical aspect of the verses in great detail. Therefore, in this article, the rhetorical method of *Allama Muhammad Ali Sabooni's* commentary *" Safwat Al-Tafaseer* " is presented.

Key words: Rhetoric, Allama Muhammad Ali Sabooni, Safwat Al-Tafaseer

تمہید:

بلاغت تقریر یا تحریر خصوصاً خطاب میں زبان کو ظاہری اور باطنی خوبیوں کے ساتھ استعمال کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ قرآن کا ایک ایسا اعجازی پہلو ہے جس کے فہم کے بغیر کلام الٰہی کے اصل مراد اور منشاء تک پہنچنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہر دور کے

CC BY

مفسرین نے قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے آیات قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کے اُسلوب کو اختیار کیا ہے۔ "صفوۃ التفاسیر" بیسویں صدی کی ایک ایسی ہی بلاغی تفسیر ہے جس میں علامہ محمد علی صابونیؒ نے آیات کے بلاغی پہلو پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ لہٰذا اِس آرٹیکل میں علامہ محمد علی صابونیؒ کی تفسیر "صفوۃ التفاسیر" کے بلاغی منہج کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

تعارف تفسیر

محمد علی صابونیؒ کی "صفوۃ التفاسیر" عربی زبان میں دورِ جدید کی ایک عظیم شہرہ آفاق تفسیر ہے۔ یہ ۱۴۰۰ھ میں تالیف ہوئی اور اِسے بیروت کے دار القرآن الکریم نے ۱۴۰۰ھ میں پہلی مرتبہ شائع کیا۔[1]

تفسیر کی وجہ تسمیہ

اس تفسیر کا نام "صفوۃ التفاسیر" رکھنے کی وجہ علامہ موصوف خود اپنی تفسیر کے مقدمے میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ "میں نے اس کتاب کا نام "صفوۃ التفاسیر" رکھا ہے کیونکہ یہ اختصار و ترتیب اور وضاحت و بیان کے ساتھ بڑی تفصیلی کتب کے چشموں کو جامع ہے اور مجھے امید ہے کہ یہ کتاب اسم با مسمیٰ ثابت ہو۔"[2]

تفسیر کی تالیف کا سبب

علامہ صابونیؒ تفسیر کا سببِ تالیف تفسیر کے مقدمے میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

> "جب معاش کی فکروں نے مسلمانوں کو گھیر رکھا ہے اور بڑی بڑی تفسیروں تک رسائی کیلئے ان کے پاس وقت نہیں ہے جو ہمارے اسلاف نے کتاب اللہ کی خدمت کیلئے لکھی تھیں جس میں انہوں نے آیات کی تفصیلاً وضاحت کی اور اس کی بلاغت کو ظاہر کیا تو آج کے علماء کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ لوگوں کے قرآن سمجھنے کو آسان بنانے کی کوششیں کریں اور ایک ایسا اُسلوب اختیار کریں جو طوالت، فنی پیچیدگیوں، بیانی فصاحتوں اور بلاغتوں کے تکلفات سے خالی ہو۔ اس لیے میں نے ایسی تفسیر کا عزم کر لیا جو عصر حاضر کی روح کے مناسب ہو اور آج اس مہذب اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کی تفسیر کو جاننے کی ضرورت کو پورا کر سکے۔"[3]

تفسیر کے ماخذ

یوں تو یہ تفسیر بہت سی قدیم اور جدید تفاسیر سے اخذ کی گئی ہے لیکن چند اہم تفاسیر درج ذیل ہیں: "جامع البیان فی تفسیر القرآن"، "تفسیر القرآن العظیم" (تفسیر ابنِ کثیر)، "روح المعانی"، "الکشاف"، "التسہیل لعلوم التنزیل"، "تفسیر بحر المحیط"، "تلخیص البیان"، "التفسیر الکبیر" (رازی)، "تفسیر ابی سعود"، "تفسیر الصاوی علی الجلالین"، "تفسیر بیضاوی"، "تفسیر فی ظلال القرآن"، "تفسیر قاسمی"، "تفسیر خازن" اور "تفسیر ابن الجوزی" وغیرہ۔

تفسیر کا اُسلوب

علامہ صابونیؒ نے چونکہ یہ تفسیر عصر حاضر کے نوجوانون کیلئے لکھی ہے جس کیلئے قدیم اور جدید ضخیم تفاسیر کا مطالعہ کرنا مشکل ہے۔ لہٰذا انہوں نے ایسا اُسلوب اختیار کیا ہے جو نہایت سادہ، آسان اور عام فہم ہے جس میں اختصار کو خاص طور پر مدّ نظر رکھا گیا ہے۔ مفسرؒ فرماتے ہیں۔ "میں نے اس تفسیر میں مندرجہ ذیل اُسلوب اختیار کیا ہے۔"

پہلا: اس میں سورۃ کا اجمالی بیان اور اس کے بنیادی مقاصد کی وضاحت ہوتی ہے۔

دوسرا: آیات سابقہ اور آیات لاحقہ کے درمیان مناسبت

تیسرا: لغوی اشتقاق اور اس کی دوسری عربی مثالوں سمیت لغت کا بیان

چوتھا: آیات کریمہ یا سورۃ کریمہ کا سبب نزول

پانچواں: آیات کی تفسیر اور تأویل

چھٹا: بلاغت (علم بیان و بدیع)

ساتواں: فوائد و لطائف[4]

صفوۃ التفاسیر کے بارے علمائے کرام کی آراء

شیخ الجامع الازھر "ڈاکٹر عبد الحلیم محمود" فرماتے ہیں: "مؤلف موصوف کی یہ تفسیر معلومات دینیہ کے پھولوں کا ایک نہایت عمدہ گلدستہ ہے اور تفسیر قرآن میں اسلاف کے علوم کا نچوڑ ہونے کی وجہ سے سب کتابوں کی تاج ہے۔"[5] ندوۃ العلماء لکھنؤ ہند کے نگران اعلیٰ "شیخ ابو الحسن ندوی" فرماتے ہیں: "ہمارے فاضل دوست فضیلۃ الشیخ علامہ محمد علی صابونیؒ کو رب تعالیٰ کی طرف سے صفوۃ التفاسیر کے نام سے ایک کتاب کی تالیف کی توفیق ملی ہے۔ انہوں نے علم تفسیر کے طلباء پر اپنا قیمتی وقت خرچ کر کے ان پر یہ احسان کیا اور ان کے سامنے اپنے تفسیری لیکچرز اور اسباق کا خلاصہ رکھ دیا ہے اور یہ ایسا شخص ہی کر سکتا ہے جس کی معلومات اور تحقیقات کا دائرہ بہت وسیع ہو اور وہ حسنِ ذوق اور سلامی طبع رکھنے کے ساتھ ساتھ فنِ تدریس کی خاطر خواہ مہارت بھی رکھتا ہوں۔"[6]

صدر شعبہ **الدعوة واصول الدين كلية الشريعة والدراسات الاسلامية مكة المكرمة** جناب شیخ محمد الغزالی فرماتے ہیں: "ہم نے اس کتاب میں یہ ملاحظہ کیا ہے کہ جناب الشیخ محمد علی صابونیؒ نے اسلاف کے اقوال اور ان کے اجتھادات کو ملا کر ذکر کیا ہے۔ یعنی انہوں نے منقول اور معقول کو جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کا قاری عقل اور نقل دونوں رنگوں کو اپنے سامنے پاتا ہے۔"[7] المختصر "صفوۃ التفاسیر" عصرِ حاضر کی ایک سہل، عام فہم اور جامع تفسیر ہے جو جدید دور کی نمائندہ تفاسیر میں ایک ممتاز مقام کی حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ علامہ صابونیؒ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور عام مسلمانوں کو اس تالیف سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

صفوۃ التفاسیر کا بلاغی منہج

علامہ صابونیؒ عصر حاضر کے ایک جید عالمِ دین تھے۔ آپ نے بہت سی اعلیٰ پائے کی کتب تصنیف کیں، جن میں سے ایک "صفوۃ التفاسیر" ہے۔ یہ تفسیر علامہ صابونی نے کبار تفاسیر سے اخذ کر کے مرتب کی ہے۔ اس تفسیر میں علامہ نے آیات قرآنیہ کی وضاحت کرتے ہوئے ایسا اُسلوب اختیار کیا ہے جس کی بدولت قاری کے سامنے آیتِ قرآنی کی تفسیر کرتے ہوئے تمام کبار مفسرین کی آراء بھی آجاتی ہیں اور اُسے قدیم ضخیم تفاسیر کا مطالعہ کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اپنے اس اُسلوب کی وجہ سے یہ تفسیر پر خاص وعام میں بہت مقبول ہے۔ علامہ شیخ محمد علی صابونیؒ نے آیاتِ قرآنیہ کی وضاحت کرتے ہوئے جن امور کو خاص طور پر مدّ نظر رکھا ہے، ان میں آیات کا بلاغی پہلو بھی ہے۔ اور اس پہلو کو علامہ نے نہایت جامعیت لیکن اختصار کے ساتھ بیان

کیا ہے تا کہ قاری قرآن کے اس اعجازی پہلو سے آگاہ بھی ہو جائے اور فصاحت و بلاغت کی دقیق اور وسیع بحثوں سے بھی بچ جائے۔ چنانچہ آپ کی تفسیر کے بلاغی منہج کا جائزہ مندرجہ ذیل ہے۔

چنانچہ علامہ صابونیؒ نے اپنی اس تفسیر میں جو بلاغی اُسلوب اختیار کیا ہے، اس کا مختصر جائزہ درج ذیل ہے اور یہ جائزہ تین نکات کے تحت ہو گا۔

۱۔ بلاغی نکات کو بیان کرنے کا انداز

۲۔ بلاغی وضاحت کیلئے علامہ کا استدلال

۳۔ بلاغی امور بیان کرنے میں علامہ صابونیؒ کے درپیش ماخذ

بلاغی نکات کو بیان کرنے کا انداز

علامہ صابونیؒ ہر سورۃ میں چند آیات کے اختتام پر اس آیت میں وارد ہونے والے امورِ بلاغت کو باقاعدہ ایک عنوان کے تحت بیان کرتے ہیں اور یہ انداز سورۃ الفاتحہ سے لے کر سورۃ ص تک رہتا ہے اور سورۃ الزمر سے اس انداز کو تبدیل کر کے آیات کے بجائے پوری سورۃ کے اختتام پر اس سورہ میں وارد ہونے والے امور بلاغت کو بیان کرتے ہیں۔ ان بلاغی نکات کو جن انداز میں بیان کیا گیا ہے، وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ بلاغی اُمور بیان کرنے کا ایک انداز یہ ہے کہ پہلے بلاغی نکتہ بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد آیت جس میں وہ نکتہ وارد ہوتا ہے، وہ بیان کرتے ہیں۔ مثلاً

- استعارہ تبعیہ ہے ﴿يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ﴾ (سورۃ الاعراف ۷: ۵۴) میں، رات کی تاریکی کے ذریعے دن کے اُجالے کے اختتام کو دبیز پردے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور اس کیلئے (يغشى) کا لفظ بطورِ استعارہ استعمال کیا گیا ہے جو ظاہری اشیاء کو حسّی پردوں سے ڈھانپنے کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ یعنی حسّی اشیاء کا استعارہ معنوی اُمور کیلئے ہے۔[8]
- تشبیہ ہے ﴿كَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَاكَ﴾ (سورۃ الرعد ۱۳: ۳۰) اور ﴿وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ﴾ (سورۃ الرعد ۱۳: ۳۷) میں، جسے مرسل مجمل کہتے ہیں۔[9]
- صنعت تقابل ہے ﴿تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا وَعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ﴾ (سورۃ الرعد ۱۳: ۳۵) اور یہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔[10]
- تجنیس اشتقاق ہے ﴿أَرْسَلْنَا رُسُلًا﴾ (سورۃ الرعد ۱۳: ۳۸) میں[11]
- حذف کے ساتھ ایجاز ہے ﴿قُلِ اللَّهُ﴾ (سورۃ الرعد ۱۳: ۱۶) یعنی اللہ زمین و آسمان کا خالق ہے۔[12]

۲۔ بعض اوقات علامہ صابونیؒ پہلے آیت بیان کر دیتے ہیں اور پھر اس میں وارد ہونے والا بلاغی نکتہ بیان کرتے ہیں۔ مثلاً

- ﴿كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ﴾ (سورۃ البقرہ ۲: ۱۴۶) اس میں تشبیہ ہے، جسے مرسل مجمل کہا جاتا ہے۔[13]
- ﴿سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ﴾ (سورۃ الانعام ۶: ۳) ان دونوں کے درمیان طباق ہے۔[14]
- ﴿الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ﴾ (سورۃ الرعد ۱۳: ۱۶) استعارہ ہے کافر اور مومن سے۔[15]
- ﴿تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ﴾ (سورۃ الانعام ۶: ۷۰) ان دونوں کے درمیان تجنیس اشتقاق ہے۔[16]

- ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ﴾(سورۃ الانعام ۶: ۱۵۳) **سبل** بدعات اور ضلالت سے استعارہ ہے۔[17]

۳۔ اپنی تفسیر میں علامہ نے بعض مقامات پر یہ انداز بھی اختیار کیا ہے کہ آیات میں ایک سے زیادہ بلاغی نکات بھی بیان کیے ہیں۔ مثلاً

- لف و نشر جو کہ مرتب ہے ﴿شَرٌّ مَكَانًا وَأَضْعَفُ جُندًا﴾(سورۃ مریم ۱۹: ۷۵) میں، جس میں پہلا لفظ لوٹتا ہے، ﴿خَيْرٌ مَقَامًا﴾(سورۃ مریم ۱۹: ۷۳) کو اور دوسرا لفظ ﴿أَحْسَنُ نَدِيًّا﴾(سورۃ مریم ۱۹: ۷۳) تک۔ اسی طرح دونوں (خیر۔ شر) میں صنعت طباق بھی ہے۔[18]
- ضمیر کی تکرار حصر اور اختصاص کے فائدہ کیلئے ہے ﴿وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ﴾(سورۃ النمل ۲۷: ۳) اور ﴿وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ﴾(سورۃ النمل ۲۷: ۵)۔ ان دونوں جملوں کے درمیان لطیف مقابلہ بھی ہے۔[19]
- ﴿فَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ﴾(سورۃ النحل ۱۶: ۵۱) میں تکلم سے غیب کی طرف التفات ہے اور متکلم کی طرف بھی اللہ کی ہیبت اور ڈر دِلوں میں ڈالنے کیلئے ترتیب دیا گیا ہے۔ قصر کے فائدہ کے ساتھ یعنی میرے علاوہ کسی سے نہ ڈرو۔[20]

پس ان تینوں مثالوں میں علامہ صابونی نے آیات کے ابتداء میں ایک نکتہ بیان کیا اور ان کے اختتام پر دوسرا بلاغی نکتہ بیان کر دیا ہے۔

۴۔ آیات میں وارد ہونے والے بلاغی امور کو بیان کرتے ہوئے بعض مقامات پر علامہ صابونیؒ صرف بلاغی نکتہ اور اس کی مثال بیان کر دیتے ہیں، لیکن اس کی تفصیل کی طرف نہیں جاتے۔ مثلاً

- طباق ہے ﴿يَبْسُطُ۔۔۔وَيَقْدِرُ﴾(سورۃ العنکبوت ۲۹: ۶۲) میں۔[21]
- تجنیس اشتقاق ہے۔ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ﴾(سورۃ الحج ۲۲: ۵۲)[22]
- الاستعطاف ﴿رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِّلْمُجْرِمِينَ﴾(سورۃ القصص ۲۸: ۱۷)[23]
- التشبیہ المرسل ﴿أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا﴾(سورۃ القصص ۲۸: ۶۳)[24]
- صنعت تقابل ہے۔ ﴿وَمَن يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾(سورۃ لقمان ۳۱: ۲۲) اور ﴿وَمَن كَفَرَ فَلَا يَحْزُنكَ كُفْرُهُ﴾(سورۃ لقمان ۳۱: ۲۳) کے درمیان۔[25]

۵۔ بعض مقامات پر آیات کی کثرت کی وجہ سے علامہ صابونیؒ نے صرف بلاغی نکتے کا ذکر کر دیا ہے اور ان آیات کا ذکر نہیں کیا۔ مثلاً

سورۃ القارعۃ کی بلاغی تفسیر میں لکھتے ہیں: سورہ مبارکہ کی مختلف آیات کے آخری حروف میں فاصلہ کی رعایت کی گئی ہے۔[26]

- سورۃ الحج کی ابتداء میں آیت نمبر ۱ تا ۱۸ میں وارد ہونے والے بلاغی امور کے بعد فرمایا: "بہت سی آیات میں خوبصورت سجع بندی کا اہتمام ہے۔[27]
- مختلف آیات کریمہ میں رعایت فاصلہ ہے اور یہ خصائص قرآن میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔[28]

- موافقت فاصلہ جو کہ محسنات بدیعیہ میں سے ہے اور یہ قرآن میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔[29]

٦۔ تفسیر میں بعض مقامات پر علامہ صابونیؒ نے بلاغی نکتہ بیان کرنے کے ساتھ اس کی تفصیلی وضاحت بھی بیان کی ہے تا کہ آیت کا مفہوم بھی اچھی طرح واضح ہو جائے۔ مثلاً

- ﴿أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ﴾ (سورۃ یوسف ۱۲:۴۴) پر استعارہ کی اقسام میں سے سب سے بلیغ ہے اور ان میں سے لطیف بھی، پس اضغاث تیلیوں کا ایسا گٹھا ہوتا ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ بندھی ہوتی ہیں۔ پس خوابوں کے اختلاط جو کہ پسندیدہ اور مکروہ ہوتے ہیں، اچھے اور بُرے ہوتے ہیں، ان کو تیلیوں کے گٹھے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔[30]
- ﴿أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً ۔۔۔كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ﴾ (سورۃ الرعد ۱۳:۱۷) علامہ صابونیؒ کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حق وباطل کو تشبیہ دی ہے اور اسے تشبیہ تمثیل کہا جاتا ہے۔ اس لیے اس میں وجہ شبہ متعدد اشیاء سے کشید کی جاتی ہے۔ پس حق کی مثال دی گئی ہے اس صاف پانی سے جو زمین میں رُک جاتا ہے اور ٹھہر جاتا ہے اور معدنیات کے خالص جوہر سے حق کی مثال دی ہے۔ جس سے بندے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور باطل کی مثال اس جھاگ سے دی ہے جو پانی کے اوپر ہوتا ہے اور اس میل سے مثال دی ہے جو جوہر کے اوپر ہوتی ہے اور اسے الگ کر لیا جاتا ہے۔ آیت میں حق وباطل کی صورت عمدہ اُسلوب میں یوں بیان کر دی گئی ہے۔ ﴿فَأَمَّا الزَّبَدُ ۔۔۔ فِي الْأَرْضِ﴾ (سورۃ الرعد ۱۳:۱۷) یعنی جھاگ کو موجیں اِدھر اُدھر پھینک دیتی ہیں اور وہ خشک ہو کر ختم ہو جاتا ہے اور یہ تمثیل بہت خوبصورت اور شاندار انداز میں بیان کی گئی ہے۔[31]
- ﴿فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ﴾ (سورۃ ھود ۱۱:۹۸) اس آیت میں استعارہ مکنیہ ہے اس لئے کہ اصل میں **ورود** پانی کے اوپر جانے کو کہتے ہیں۔ **نار** کو تشبیہ دی گئی ہے گھاٹ کے ساتھ اور مشبہ بہ کو حذف کر دیا گیا ہے اور اس کے لوازم کے ساتھ اشارہ کر دیا گیا ہے اور وہ **ورود** ہے۔ اور فرعون کو ایسے شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو **واردین** کے آگے آگے جارہا ہو اور ﴿وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُودُ﴾ (سورۃ ھود ۱۱:۹۸) ما قبل مضمون کی تاکید ہے، چونکہ گھاٹ پر آدمی پیاس بجھانے کیلئے آتا ہے اور کلیجہ ٹھنڈا کرنے کیلئے آتا ہے جب کہ آگ کے پاس جانے سے پیاس میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے بلکہ کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔[32]

۷۔ علامہ صابونیؒ نے ایک انداز یہ بھی اختیار کیا ہے کہ آیات میں وارد ہونے والے بلاغی نکات کو بیان کر دینے کے بعد بعض اوقات ان کی قسم کا بھی تذکرہ کر دیتے ہیں۔ اور بعض اوقات اس سے صرفِ نظر بھی کر دیتے ہیں۔ مثلاً اگر تشبیہ ہے تو بلیغ ہے یا تمثیلی ہے، استعارہ ہے تو تصریحیہ ہے یا مکنیہ ہے وغیرہ یا صرف تشبیہ اور استعارہ ہے، یہ لکھ دیتے ہیں۔ مثلاً

- ﴿يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ﴾ (سورۃ القصص ۲۸:۸۲) اس میں صنعت طباق ہے۔ طباق کی کون سی قسم ہے، بیان نہیں کیا۔[33]
- ﴿آيَاتُنَا مُبْصِرَةً﴾ (سورۃ النمل ۲۷:۱۳) میں استعارہ ہے، **ابصار** کا لفظ صاف اور واضح ہونے کیلئے مستعار ہے۔ اس لیے کہ آنکھوں سے انسان اشیاء کو دیکھتا ہے۔[34]

- ﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ﴾(سورۃ البقرۃ ۲:۱۸) میں نہایت بلیغ تشبیہ ہے یعنی یہ لوگ ان حواس سے فائدہ اٹھاسکنے کی وجہ سے گویا کہ اندھے، بہرے اور گونگے ہیں۔ یہاں سے حرفِ تشبیہ اور وجہ تشبیہ کو حذف کر کے اس کو نہایت بلیغ بنا دیا گیا ہے۔[35]
- ﴿قَرْضًا حَسَنًا﴾(سورۃ البقرۃ ۲:۲۴۵) میں حرفِ تشبیہ کے بغیر تشبیہ ہے، یہاں رب تعالیٰ نے راہِ خدا میں کئے گئے خرچ کو قبول کر لینے کو حقیقی قرض کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور اس پر قرض کا لفظ بولا ہے۔[36]
- ﴿وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾(سورۃ النحل ۱۶:۱۱۸) اس میں طباق سلب کی صنعت ہے۔[37]
- ﴿وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ﴾(سورۃ الماعون ۱۰۷:۷): میں تجنیس ناقص ہے۔[38]
- ﴿فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَأْكُولٍ﴾(سورۃ الفیل ۱۰۵:۵) میں تشبیہ مرسل ہے، حرف تشبیہ مذکور ہے اور وجہ شبہ حذف ہے۔[39]
- ﴿فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ﴾(سورۃ القارعہ ۱۰۱:۷) میں مجاز عقلی ہے یعنی اس زندگی سے زندگی گزارنے والا راضی ہو گا۔[40]
- ﴿زِلْزَالَهَا﴾(سورۃ الزلزلۃ ۹۹:۱) میں تجنیس اشتقاق ہے۔[41]

۸۔ علامہ صابونیؒ اپنی تفسیر صفوۃ التفاسیر میں بعض مقامات پر آیات کی بلاغی وضاحت کرتے ہوئے علم بلاغت کے علومِ ثلاثہ (علم المعانی، علم البیان اور علم البدیع) کا بھی ذکر کر دیتے ہیں، لیکن زیادہ تر علم البدیع کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں اور علم البیان اور علم المعانی کے حوالے سے کم کرتے ہیں۔ مثلاً

- ﴿شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ﴾(سورۃ ھود ۱۱:۱۰۵) ان دونوں کے درمیان طباق ہے جو محسنات بدیعیہ میں سے ہے۔[42]
- ﴿إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ﴾(سورۃ الشعراء ۲۶:۲۷) میں "ان" اور "لام" سے تاکید لائی گئی ہے، اس لیے کہ سننے والا شک میں ہے اور اِسے تردد ہے۔ ﴿إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ﴾(سورۃ الشعراء ۲۶:۴۴) میں بھی تاکید ہے اور یہ علم البیان کی خصوصیت میں سے ہے۔[43]
- ﴿إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَى﴾(سورۃ طٰہٰ ۲۰:۶۸) میں تاکیدات ہیں۔ ان کی تاکید کیلئے مقید ہے اور ضمیر کی تکرار (أَنْتَ) اور خبر کا معرفہ ہونا (أَعْلَى) اور علو کا لفظ غلبہ پر دلالت کرتا ہے اور تفضیل کا صیغہ (أَعْلَى) اللہ کیلئے خوبی ہے۔ قرآن کا فصیح و بلیغ ہونا اور یہ علم المعانی کی خصوصیات میں سے ہے۔[44]

۹۔ علامہ صابونیؒ نے بعض اوقات نہ صرف بلاغت کا ذکر کرتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ مختص اغراض و مقاصد بھی بیان کر دیتے ہیں۔ مثلاً

- ﴿فَأَرَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا﴾(سورۃ الکھف ۱۸:۷۹) میں تعلیم آداب ہے اور دوسری جگہ ﴿فَأَرَادَ رَبُّكَ﴾(سورۃ الکھف ۱۸:۸۲) چنانچہ بظاہر جو بُری بات تھی اس کی نسبت اپنی طرف کی اور اچھی بات کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی، اس میں بندوں کو آداب کی تعلیم دی گئی ہے۔[45]

- ﴿قُلْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا﴾(سورۃ الاسراء۱۷:۵۰) میں امر کے صیغے سے عجز واہانت کو ظاہر کیا گیا ہے۔[46]
- ﴿وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ﴾(سورۃ البقرۃ۲:۱۴۵) یہ حق پر ثابت قدم رہنے کیلئے تہیج اور الھاب کے باب میں سے ہے۔[47]
- ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى﴾(سورۃ النازعات۷۹:۱۵) میں اُسلوب تشویق ہے یعنی معرفت قصہ کی طرف شوق دلایا جارہا ہے۔[48]
- ﴿كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ـ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ﴾(سورۃ التکاثر۱۰۲:۳۔۴): میں تہدید و انذار کیلئے تکرار ہے ثم سے عطف لایا گیا ہے جو کلام ثانی کی بنسبت اول سے ابلغ ہونے پر تنبیہ کر رہا ہے۔ جیسے کوئی بڑا اپنے ظالم سے کہتا ہے: میں تم سے کہتا ہوں اور پھر تم سے کہتا ہوں کہ ایسا مت کرو۔ نیز ثانی ابلغ ہے اس لیے مغایرت کے بمنزلہ ہے اور ثم سے عطف لایا گیا ہے۔[49]
- ﴿اَلْقَارِعَةُ ـ مَا الْقَارِعَةُ﴾(سورۃ القارعہ۱۰۱:۱۔۲): میں تخویف وتہویل کیلئے ضمیر کی جگہ ظاہر لایا گیا ہے۔[50]
- ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ﴾(سورۃ القدر۹۷:۳): کا تین بار ذکر ہوا، یوں تکرار کے ساتھ اطناب ہے، دراصل اس رات کی عظمت کا اظہار کرنا مقصود ہے۔[51]

بلاغی وضاحت کیلئے علامہؒ کا استدلال

علامہ صابونیؒ اپنی تفسیر "صفوۃ التفاسیر" میں آیات قرآنیہ کی تفسیر کرتے ہوئے جو بھی بلاغی نکات سامنے لاتے ہیں، ان کے استدلال کیلئے قرآنی آیات، احادیث نبویہ، اقوال صحابہ، مفسرین اور اشعار وغیرہ کو بیان کرتے ہیں۔

آیات قرآنیہ سے استدلال

﴿لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ﴾(سورۃ النحل۱۶:۱۰۳) کلام میں بول چال کیلئے لسان کا استعارہ استعمال کیا گیا ہے اور عرب لسان کو لغت کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَامِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ﴾(سورۃ ابراھیم۱۴:۴)۔[52] ﴿أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا﴾(سورۃ العنکبوت۲۹:۱۴) میں تفنن ہے اِلّا خمسین سنۃ نہیں کہا چونکہ تکرار کلام واحد میں خلاف بلاغت ہے۔ ہاں البتہ کوئی غرض پیش نظر ہو یا کلام میں تفخیم وتہویل لانا مقصود ہو تو پھر کلام واحد میں تکرار لانا جائز ہے۔ جیسے ﴿الْقَارِعَةُ ـ مَا الْقَارِعَةُ﴾(سورۃ القارعہ۱۰۱:۱۔۲)[53] ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾(سورۃ النجم۵۳:۴): میں ابہام برائے تعظیم ہے۔ اسی کی مثل: إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَى بھی ہے۔[54]

احادیث نبویہ سے استدلال

﴿وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِنَ الْأَشْرَارِ ـ أَتَّخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ ـ إِنَّ ذَٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ـ﴾(سورۃ ص۳۸:۶۲۔۶۴) اس میں خوبصورت فاصلہ بندی ہے جو کہ خصائص قرآن میں سے ہے۔ یہ خوبصورت شیریں بیان انسانی نفس میں اس طرح سرایت کر جاتا ہے، جس طرح روح جسد میں سرایت کیے ہوتی ہے۔ جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا((إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا، أَوْ: إِنَّ بَعْضَ الْبَيَانِ لَسِحْرٌ)) بے شک بعض بیان جادوئی اثر کے حامل ہوتے ہیں۔[55] ﴿الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ﴾(سورۃ التوبہ۹:۱۱۲) یعنی نماز ادا کرنے والے، اس میں مجاز

مرسل ہے۔ جزو بول کر کل مراد ہے۔ رکوع اور سجدے کو ذکر کرنے میں اس لیے مخصوص کیا ہے کہ یہ دونوں اشراف ہیں ۔حدیث نبوی ﷺ میں ہے: "وہ جس حالت میں بندہ اپنے رب کے زیادہ نزدیک ہوتا ہے، وہ سجدے کی حالت ہے۔" علامہؒ نے تلخیص البیان میں بیان کی گئی اس حدیث کو بطور دلیل کے نقل کیا ہے۔[56]

علامہ صابونیؒ احادیث نبویہ سے بلاغی پہلو کی وضاحت کرتے ہیں تو بعض تفاسیر میں سے نقل کرتے ہیں تو اس کتاب کا ذکر کر دیتے ہیں اور بعض اوقات صرف حدیث بیان کر دیتے ہیں اور اس کا حوالہ نہیں دیتے ہیں۔

اقوالِ صحابہ سے استدلال

علامہ صابونیؒ آیات کی بلاغی وضاحت کرتے ہوئے اقوال صحابہ کو بھی پیش کرتے ہیں۔ اگر تفاسیر میں سے نقل کرتے ہیں تو اس تفسیر کا حوالہ دے دیتے ہیں ورنہ صرف صحابی کا قول نقل کر دیتے ہیں اور کوئی حوالہ نہیں دیتے۔ مثلاً ﴿**فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ**﴾ (سورۃ البقرۃ ۲:۱۸۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، بے شک اللہ عزوجل حلیم و کریم ہیں اور کنایہ سے بات فرماتے ہیں۔[57] علامہ صابونیؒ نے یہ قول روائع البیان اور تلخیص البیان سے نقل کیا ہے۔ ﴿**أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ**﴾ (سورۃ النساء ۴:۴۳) میں بھی کنایہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اس کا معنی ہے تم نے عورتوں سے جماع کیا ہو۔ ﴿**أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ**﴾ (سورۃ النساء ۴: ۴۳) میں غائط حدث سے کنایہ ہے۔[58] ﴿**أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ**﴾ (سورۃ الاعراف ۷: ۵۴) آیت کے الفاظ تو قلیل ہیں لیکن اس میں معنی کا سمندر پوشیدہ ہے۔ اس میں بہت ساری اشیاء کا استیعاب ہے، حتیٰ کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جس کی کوئی چیز باقی رہی ہو وہ اسے طلب کرے۔" اس اُسلوب بلیغ کو ایجاز قصر کہا جاتا ہے۔ اس کا دارومدار اس بات پر ہے کہ الفاظ قلیل ہوتے ہیں اور معنی کثیر۔[59]

مفسرین کے اقوال سے استدلال

علامہ صابونیؒ صفوۃ التفاسیر میں قرآنی آیات کی جب بلاغی وضاحت کرتے ہیں تو بعض اوقات مفسرین کے اقوال سے بھی استشہاد کرتے ہیں۔ بعض اوقات بلاغی نکتہ بیان کر کے یہ کہہ دیتے ہیں کہ (افادہ فلانٍ) فلاں نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ مثلاً افادہ ابو سعود، افادہ فی تلخیص البیان، افادہ آلوسی یا افادہ الامام الفخر یا افادہ صاحب بحر المحیط اور بعض اوقات مفسر کا قول نقل کر دیتے ہیں۔ مثلاً ﴿**وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ**﴾ (سورۃ التوبہ ۹:۴۷) ان کلمات کی وضاحت میں طیبی کا قول نقل کرتے ہیں۔ طیبی نے کہا: "اس میں استعارہ تبعیہ ہے اس لیے کہ اس کی فساد انگیزی اور چغل خوری کو سواری کی تیز رفتاری سے تشبیہ دی ہے، پھر اس کیلئے تیزگی کو مستعار لیا ہے۔ اصل عبارت یوں ہے کہ ان کی چغلی کی سواریاں تمہارے درمیان گردش کرنے لگ جائیں۔"[60] ﴿**الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ**﴾ (سورۃ البقرہ ۲:۱۸۷) سید شریف کہتے ہیں: "یہ عجیب استعارہ ہے ،اس سے مراد صبح کی سفیدی اور رات کی سیاہی ہے اور دھاگہ یہاں بطور مجاز کے ہے۔ ان دونوں کے ساتھ صبح کی سفیدی اور رات کی سیاہی کو تشبیہ دی گئی کیونکہ صبح کی سفیدی آ رہی ہوتی ہے اور کمزور سی ہوتی ہے جب کہ رات کی سیاہی جا رہی اور ختم ہو رہی ہوتی ہے۔ اسی وقت دونوں ہی کمزور ہوتی ہیں پھر سفیدی بڑھتی جاتی ہے اور سیاہی چھپتی جاتی ہے۔"[61]

اشعار سے استدلال

علامہ محمد علی صابونیؒ آیات کی بلاغی تفسیر کرتے ہوئے بعض اوقات اشعار سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً ﴿لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ﴾ (سورۃ النحل ۱۶: ۱۰۳) کلام اور بول چال کیلئے لسان کا استعارہ استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

لسانُ السُّوءِ تُهديها إلينا

وخُنْتَ وما حسبتُک أن تخونا

(میری زبان نے یہ خصلت ہماری طرف منتقل کر دی ہے اور اے مخاطب تم نے خیانت بھی کی ہے حالانکہ میرا خیال نہیں تھا کہ تو خیانت کرے گا)۔[62] یہ شعر علامہ صابونیؒ نے قرطبی کی تفسیر سے نقل کیا ہے۔ ﴿كَانَ أُمَّةً﴾ (سورۃ النحل ۱۶: ۱۲۰) یعنی اپنی ذات کے اعتبار سے ایک انجمن تھے۔ ایک بڑی جماعت تھے چونکہ آپ ﷺ میں اللہ تعالیٰ نے اوصاف کمال جمع کر دیئے تھے جو مخلوق میں فرداً فرداً پائے جاتے تھے۔ جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

ولیس علی اللہ بمستنکر

أن یجمع العالم فی واحد

(اللہ تعالیٰ کیلئے ناممکن نہیں کہ وہ ایک ہی شخص میں سارے جہان کی خوبیاں جمع کر دے)۔[63] ﴿يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ﴾ (سورۃ الکھف ۱۸: ۷۷) میں استعارہ ہے چونکہ ارادہ عقلاً کی صفات میں سے ہے اور دیوار کی طرف ارادہ کی نسبت استعارہ لطیفہ ہے اور بلیغ مجاز ہے، جیسا کہ شاعر کہتا ہے

یرید الرمح صدر أبی براءٍ

ویرغب عن دماء بنی عقیل

(نیزہ ابو براء کے سینے میں پیوست ہونا چاہتا ہے اور بنی عقیل کو زخمی کرنے سے اعراض کرتا ہے)۔[64] یہ شعر علامہ صابونیؒ نے تفسیر طبری سے نقل کیا ہے۔ ﴿حَمَّالَةَ الْحَطَبِ﴾ (سورۃ اللھب ۱۱۱: ۴): میں استعارہ لطیفہ ہے۔ چغلی کیلئے استعارہ ہے۔ شاعر کہتا ہے۔ "**لمیمش بین بالحطب الرطب**۔" "وہ لوگوں کے درمیان چغلیاں نہیں کھاتا۔[65]

محاوروں اور ضرب الامثال سے استدلال

علامہ صابونیؒ قرآنی آیات کی بلاغی وضاحت کیلئے بعض اوقات محاوروں اور ضرب الامثال کو بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً ﴿قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (سورۃ النحل ۱۶: ۲۶) ان فکر کرنے والوں کی حالت کو ایسی قوم کی حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، جو مضبوط ستونوں اور بنیادوں پر عمارتیں تعمیر کرے۔ یہ عمارتیں منہدم ہو جائیں اور ان پر اوپر سے چھتیں گر جائیں اور وہ سب ہلاک ہو جائیں۔ یہ استعارہ تمثیلیہ ہے، وجہ شبہ یہ ہے کہ جس چیز کو وہ اپنی بقاء کا سبب شمار کرتے تھے تو وہی چیز ان کی تباہی کا سبب بن گئی جیسے ضرب المثل ہے۔ "جو دوسرے کیلئے گڑھا کھودتا ہے وہی اس میں گر پڑتا ہے۔"[66] ﴿عَفَا اللَّهُ عَنْكَ﴾ (سورۃ التوبہ ۹: ۴۳) خبر ہے جس سے مقصود مضرت سے مسرت کو لانا اور کسی کا انتہائی احسن قول ہے۔ "اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی ﷺ سے یہ لطف و کرم ہے کہ عتاب سے پہلے عفو سے آغاز کیا ہے۔"[67] ﴿وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ

الْوَرِيدِ﴾(سورۃ ق ۱۶:۵۰) اللہ تعالیٰ کے علم کی مثال بیان کی گئی ہے بندے کے احوال کے ساتھ اور یہ مثال رگ جان کی ہے جو دل کے قریب تر ہے۔ یہ بطور استعارہ قرب کی مثال ہے جیسے اہل عرب کا قول: "**وهو منى معقد الازار**"۔[68]

علامہ صابونیؒ کے بلاغی امور بیان کرنے میں پیش نظر ماخذ

علامہ صابونیؒ نے اپنی تفسیر "صفوۃ التفاسیر" میں آیات قرآنیہ کے بلاغی پہلو کو واضح کرنے کیلئے جن مصادر سے استفادہ کیا ہے۔ وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ **البحر المحيط لابی حيان**

علامہ صابونی نے امور بلاغت کو بیان کرنے کیلئے جس تفسیر پر سب سے زیادہ اعتماد کیا، وہ ابو حیان اندلسی (ت:۷۴۵ھ) کی "**البحر المحيط**" ہے۔ علامہ ان سے استفادہ کرتے ہوئے کبھی کہتے ہیں (قال فی البحر المحیط) بحر المحیط میں کہا گیا ہے اور کبھی ان کے مصنف کی طرف منسوب کر دیتے ہیں یہ کہتے ہوئے (قال ابو حیان) ابو حیان نے کہا: مثلاً سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں بلاغت کے عنوان کے تحت بحر المحیط سے دس (۱۰) فنونِ بلاغت بیان کرتے ہیں۔[69]

۲۔ **التسهيل لعلوم التنزيل لابن جزی**

بلاغی وضاحت کیلئے علامہ ابو القاسم محمد بن جزی الکلبی الغرناطی کی تفسیر "**التسهيل لعلوم التنزيل**" سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرہ کی آیت ۴۹ کی بلاغی تفسیر میں علامہ ابن جزیؒ کا قول نقل کرتے ہیں: علامہ ابن جزیؒ فرماتے ہیں: ﴿**يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ**﴾(سورۃ البقرہ ۴۹:۲) اس میں خرید و فروخت میں بھاؤ تاؤ کرنے سے استعارہ ہے کیونکہ بیع و شراء میں بھی فریقین کی طرف سے ایک دوسرے پر کچھ لازم کرنا ہوتا ہے۔ ﴿**يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ**﴾(سورۃ البقرہ ۴۹:۲) یہ **سوء العذاب** کی تفسیر ہے اس لیے اس کا **سوء العذاب** پر عطف نہیں۔[70]

۳۔ **ارشاد العقل السليم الى مزايا الكتاب الكريم لابی السعود**

علامہ صابونیؒ نے صفوۃ التفاسیر میں امور بلاغت کو اخذ کرنے کیلئے ابو سعود العمادی محمد بن محمد بن مصطفیٰؒ (ت:۹۸۲ھ) کی تفسیر "**ارشاد العقل السليم الى مزايا الكتاب الكريم لابی السعود**" پر بھی اعتماد کیا گیا ہے۔ مثلاً ﴿**فَتُوبُوا إِلَى بَارِئِكُمْ**﴾(سورۃ البقرہ ۵۴:۲) کی تفسیر میں علامہ صابونیؒ، علامہ ابو سعودؒ کا قول نقل کرتے ہیں: "لفظ باری کو اس لیے ذکر کیا گیا تا کہ انہیں اس بات کا شعور دلایا جائے کہ وہ اپنی جہالت اور بے راہ روی میں آخری حدود تک پہنچ چکے ہیں کہ انہوں نے اس حکیم و علیم ذات کی عبادت کو ترک کر دیا جس نے انہیں اپنی حکمت کے لطف و کرم سے پیدا فرمایا اور اس گائے کی عبادت شروع کر دی جو غباوت و کند ذہنی میں ضرب المثل ہے۔"[71]

۴۔ **الكشاف للزمخشری**

بلاغی مباحث بیان کرنے میں ایک عمدہ مصدر ابو القاسم محمود بن عمرو بن احمد الزمخشریؒ (ت:۵۳۸ھ) کی "**الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل**" ہے۔ یہ وہ تفسیر ہے جسے متقدمین مفسرین رازیؒ، ابن جزیؒ، ابن کثیرؒ، قرطبیؒ، شوکانیؒ اور عصرِ حاضر میں الشنقیطیؒ، ابن عاشورؒ اور ہندوستانی مفسر مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسے مفسرین نے بھی مرجع بنایا ہے۔ ﴿**خُذُوا مَا**

آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ﴾(سورۃ الاعراف ۷:۱۷۱)اس میں بعض عابرت حذف کے ذریعے ایجاز ہے یعنی **فقلنا لهم خذوا**(ہم نے ان سے کہا کہ مضبوطی سے پکڑلو)اور یہ قول علامہ زمخشریؒ کے قول مراد لینے پر محمول ہے۔[72]

۵۔ الانتصاف لابن المنیر الاسکندری

یہ احمد بن محمد المعروف ابن المنیر الاسکندری (ت:۶۸۳ھ) کی کتاب ہے، یہ الکشاف کے حاشیے میں شائع بھی ہوتی ہے۔ جس طرح علامہ صابونیؒ کشاف پر اعتماد کرتے ہیں، اسی طرح حاشیہ انتصاف پر بھی اعتماد کرتے ہیں۔ مثلاً﴿**لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا**﴾(سورۃ الانعام ۶:۱۵۸) یہ آیت علم بیان کی معروف نوع لف ونشر پر مشتمل ہے اور اصل کلام ہے: جس دن تیرے رب کی بعض نشانیاں آئیں گی، کوئی نفس نفع نہیں دے گا، نہ تو کوئی مومن ہوسکے گا اور نہ ہی کوئی نفس اپنے ایمان میں کوئی نیکی کما سکے گا۔ سوائے جو اس سے پہلے کما چکا ہو گا۔ آیت میں دو کلام ہیں اور انہیں لپیٹ کر ایک کلام بنا دیا گیا ہے تا کہ اعجازِ کلام اور اختصار نمایاں رہے۔ اس سے صاحب الانتصاف نے استفادہ کیا ہے۔(افادہ صاحب الانتصاف)[73]

۶۔ تلخيص البيان فى مجازات القرآن لشريف الرضى

محمد بن حسین بن موسیٰ الشریف رضیؒ(ت:۴۰۶ھ) کی تفسیر تلخیص البیان مصادر بلاغۃ القرآنیہ میں سے ایک اہم مصدر ہے اور علامہ صابونیؒ نے اس میں سے بھی استخراج کیا ہے جو فنونِ بلاغت ہے۔ مثلاً﴿**وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ...**﴾(سورۃ البقرہ ۲:۹۳) تلخیص البیان میں ہے کہ یہ استعارہ ہے اور اس سے مراد ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت بیان کرنے میں مبالغہ ہے، گویا کہ ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت کو جذب کر لیا ہے اور وہ محبت ان کے دلوں میں یوں گھل مل گئی ہے جیسے کوئی شے مشروب میں گھل جاتی ہے اور وہ یوں مل گئی جیسے کوئی لذیذ شے مشروب میں مل جاتی ہے۔[74]

۷۔ تفسیر جلالین

یہ دو جید عالم جلال الدین محمد بن احمد المحلیؒ(ت:۸۶۴ھ) اور جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطیؒ(ت:۹۱۱ھ) کی تفسیر ہے، جسے علامہ صابونیؒ نے فنونِ بلاغت کیلئے مصدر بنایا ہے۔ مثلاً﴿**وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ**﴾(سورۃ البقرہ ۲:۱۸۴) جلالین میں یہاں "**لا**" مقدر مانا گیا ہے یعنی "**لایطیقونہ**" لیکن اس حذف کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آیت کا معنی یہ ہے کہ "جو لوگ شدید مشقت اور کلفت کے ساتھ روزہ رکھ سکتے ہوں" جیسے بہت بوڑھے، حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں وغیرہ کہ یہ لوگ روزہ تو رکھ سکتے ہیں، مگر انہیں اس میں زائد مشقت اٹھانی پڑے گی کیونکہ لفظ "**طاقت**" اس شخص کیلئے بولا جاتا ہے جو ایک شے پر سختی اور مشقت کے ساتھ قادر ہو۔[75]

۸۔ مفاتيح الغيب

یہ امام فخر الدین الرازیؒ(ت:۶۰۶ھ) کی لغوی اور بلاغی پہلو سے مشہور تفسیر ہے۔﴿**يَنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ**﴾(سورۃ آل عمران ۳:۱۴۴)اس ارشاد خداوندی میں استعارہ تمثیلیہ ہے کیونکہ اس ارشاد میں دین سے مرتد ہو جانے والے کو اُلٹے پاؤں پھر جانے والے سے تشبیہ دی گئی ہے(**افادہ الامام الفخر**)[76]

۹۔ روح المعانی

یہ شھاب الدین محمود بن عبد اللہ الحسینی آلوسیؒ (ت:۱۲۷۰ھ) کی تفسیر ہے اور اس کا پورا نام **"روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی"** ہے۔ یہ تفسیر بھی علامہ کا خاص مصدر ہے۔﴿**وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ**﴾(سورۃ التوبہ ۹:۹۲)اس کا تعلق عطف الخاص علی العام سے ہے، ان کی شان بڑھانے کیلئے (افادہ آلالوسی)[77]

۱۰۔ انوار التنزیل واسرار التاویل للبیضاوی وحواشیه

یہ ابو سعید عبد اللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاویؒ (ت:۶۸۵ھ) کی تفسیر ہے اور بیضاویؒ نے اس میں تفسیرِ کشاف میں سے اعراب، معانی اور بیان کو مختصراً بیان کیا ہے اور علامہ صابونیؒ نے اس پر اعتماد کیا ہے، جس طرح تفسیر پر کیا ہے، اسی طرح اس کے حواشی پر بھی کیا ہے۔ اگرچہ کسی کی حواشی ہے اس کا ذکر نہیں کیا کیونکہ اس میں بہت سی حواشی ہیں۔ مثلاً﴿**هَٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ**﴾(سورۃ الجاثیہ ۴۵:۲۶) میں تشبیہ بلیغ ہے یعنی ہم نے انہیں توراہ عطاء کی گویا کہ وہ لوگوں کے دلوں کو منور کرنے والی ہے، حرفِ تشبیہ حذف کر دیا ہے اور وجہ شبہ بھی محذوف ہے۔ یہ تشبیہ بلیغ ہو گی۔ بیضاویؒ کے حاشیہ میں کہا گیا ہے: "یعنی مشابہ ہے، دلوں کو منور کرنے سے، اس حیثیت سے کہ اگر دل خالی ہوتے توراہ کے نور سے اور اس کے علوم سے تو ہوتا، یہ اندھے جو دیکھ نہیں سکتے اور نہ حق کو باطل سے الگ پہچان سکتے۔" علامہؒ نے یہاں صرف یہ کہہ دیا ہے کہ بیضاوی کے حاشیے میں ہے اور صاحبِ حاشیہ کا ذکر نہیں کرتے۔[78] پس یہ وہ اہم مصادر ہیں جن پر علامہ صابونیؒ آیات قرآنیہ کی بلاغی فصاحت کرتے ہوئے اعتماد کیا ہے، کہیں پر علامہؒ نے ان کے اقوال نقل کر دیتے ہیں اور کہیں پر ایک نکتہ بیان کر کے ان تفاسیر کا حوالہ تائیداً دے دیا ہے۔

خلاصۂ بحث

علامہ محمد علی صابونیؒ نے قاری کو طویل بلاغی بحثوں سے بچا کر صرف اجمالی طور پر آیت کی بلاغی تفسیر اس کے سامنے رکھی ہے۔ علامہ صابونی ہر سورت میں رکوع یا چند آیات کے بعد اِن میں وارد ہونے والے بلاغی نکات بیان کرتے ہیں۔ زیادہ تر صرف بلاغی نکات کو بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں اور کہیں کہیں تفصیلی وضاحت کر دیتے ہیں۔ آیاتِ قرآنیہ کی بلاغی وضاحت کرتے ہوئے علامہ صابونیؒ آیاتِ قرآنیہ، احادیث نبوی ﷺ، اقوالِ صحابہ، شعر آءِ عرب کے کلام وغیرہ کو بطور دلیل کے بیان کرتے ہیں۔ زیادہ تر متقدمین کی آراء کو ہی مِن و عَن پیش کر دیتے ہیں۔ ان مصادر سے استفادہ کیا ہے۔ مثلاً الکشاف، مفاتیح الغیب، روح المعانی، انوار التنزیل واسرار التأویل، الاتقان، جلالین اور کشاف اور بیضاوی کے حواشی وغیرہ "صفوۃ التفاسیر" میں علامہ محمد علی صابونیؒ نے علم المعانی کے تمام مباحث کا ذکر کیا ہے، لیکن علامہ نے زیادہ تر اجمالی طریقہ اختیار کیا ہے۔ "صفوۃ التفاسیر" میں علامہ صابونیؒ نے علم البیان کے چاروں مباحث کو بیان کیا ہے لیکن استعارہ اور تشبیہ کو تفصیلی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مجاز اور کنایہ کو صرف ذکر کرنے پر ہی اکتفاء کیا ہے۔ "صفوۃ التفاسیر" میں علامہ صابونیؒ نے علم البدیع کے تقریباً تمام مباحث طباق، جناس، مبالغہ، سجع اور رعایت فاصلہ کو زیادہ بیان کیا ہے اور رد العجز علی الصدر اور مشاکلت کو کہیں کہیں بیان کیا ہے۔ علامہ صابونیؒ نے ان مباحث کو اجمالی طور پر بیان کیا ہے۔

حوالاجات

[1] ۔ محمد علی ایازی، **المفسرون حیاتھم و منھجھم**، وزیر الثقافۃ والارشاد الاسلامیۃ، تہران، ایران، ۱۴۱۴ء، ص ۵۰۷
[2] ۔ الصابونی، علی، محمد، مقدمہ صفوۃ التفاسیر، دار الصابونی، القاھرۃ، ۱۳۹۹ھ، ج ا، ص ۲۲
[3] ۔ الصابونی، علی، محمد، مقدمہ صفوۃ التفاسیر، دار الصابونی، القاھرۃ، ۱۳۹۹ھ، ج ا، ص ۲۱
[4] ۔ الصابونی، علی، محمد، صفوۃ التفاسیر، دار الصابونی، القاھرۃ، ۱۳۹۹ھ، ج ا، ص ۲۲
[5] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ا، ص ۷
[6] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ا، ص ۱۱
[7] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ا، ص ۱۹
[8] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۲، ص ۷۷
[9] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۲، ص ۸۷
[10] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۲، ص ۸۷
[11] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۲، ص ۸۷
[12] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۲، ص ۷۷
[13] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ا، ص ۳۶۹
[14] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ا، ص ۳۷۴
[15] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ا، ص ۳۸۵
[16] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ا، ص ۳۹۰
[17] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ا، ص ۴۲۲
[18] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ا، ص ۲۱۷
[19] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۲، ص ۳۸۷
[20] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۲، ص ۱۳۰
[21] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۲، ص ۱۵۶
[22] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۲، ص ۲۸۳
[23] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۲، ص ۴۰۹
[24] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۲، ص ۴۲۴
[25] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۲، ص ۴۷۹
[26] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۳، ص ۶۴۳
[27] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۲، ص ۴۷۲
[28] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۳، ص ۱۲
[29] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۲، ص ۱۴۳
[30] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۲، ص ۵۹
[31] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۲، ص ۸۳
[32] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۲، ص ۳۱
[33] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۲، ص ۴۳۰
[34] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ۲، ص ۳۸۷
[35] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج ا، ص ۳۹

[36] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۱، ص۱۵۴
[37] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۲، ص۳۱
[38] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۳، ص۵۸۷
[39] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۳، ص۵۸۳
[40] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۳، ص۵۷۵
[41] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۳، ص۵۷۱
[42] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۲، ص۳۷
[43] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۲، ص۳۶۴
[44] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۲، ص۲۳۰
[45] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۲، ص۱۹۳
[46] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۲، ص۱۶۲
[47] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۱، ص۱۰۱
[48] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۳، ص۵۰۴
[49] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۳، ص۵۷۷
[50] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۳، ص۵۷۵
[51] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۳، ص۵۶۵
[52] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۲، ص۱۲۰
[53] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۲، ص۴۳۹
[54] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۳، ص۲۷۲
[55] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۳، ص۶۵
[56] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۱، ص۵۵۴
[57] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۱، ص۱۱۹
[58] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۱، ص۲۷۰
[59] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۱، ص۴۴۲
[60] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۱، ص۵۳۱
[61] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۱، ص۱۲۹
[62] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۲، ص۱۴۰
[63] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۲، ص۱۴۴
[64] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۲، ص۱۹۳
[65] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۳، ص۵۹۵
[66] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۲، ص۱۲۰
[67] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۱، ص۵۲۵
[68] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۳، ص۲۴۰
[69] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۱، ص۲۶

[70] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۱، ص۵۷

[71] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۱، ص۵۸

[72] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۱، ص۸۷

[73] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۱، ص۴۲۲

[74] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۱، ص۹۷

[75] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۱، ص۱۱۹

[76] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۱، ص۹۹

[77] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۱، ص۵۴۳

[78] ۔ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، ج۲، ص۴۲۳